مذاہب کا نظام مسئولیت واحتساب وتحفظ حقوق انسانی

گل قدیم جان پی ایچ ڈی سکالر اسلامیات ڈیپارٹمنٹ اینڈ اسسٹنٹ پروفیسر
ویلسم کالج گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

The SYSTEM OF RESPONSIBILITY AND ACCOUTABILITY AND SAFETY OF HUMAN RIGHTS IN DIFFERENT RELIGIONS (SECTS).

ABSTRACT

This fact comes evident through the study of religions. That religions demand a special kind of life for mankind. Human being is responsible for deeds and acts in front of a supreme power (Allah). In this world his acts and deeds are not a t random but the life of this world is mortal. If the after effect of his any deed not to be visible in this life, the effect of that deed will be apparent after his death. If a man works truly and rightly in this mortal life, then he will be triumphant in the life after death. If he had attempted wrong and unlawful affairs, his life after death would be full of guilty and grief.

Every religion persuaded his followers a special life depend upon rights and duties, along with a fear that if one violates such a religions life, will be questioned after death. This thought of responsibility and accountability is a

vigorous stimulant for the safety of human rights. For this reason, in this article, the system of responsibility and accountability in different religions is discuassed in explicit detail.

مذاہب کا نظام مسئولیت واحتساب وتحفظ حقوق انسانی

مذاہب کی تعلیمات میں یہ حقیقت نمایاں ہے کہ ان کے ہاں اپنا ایک موثر نظام مسئولیت واحتساب موجود ہے جس کی رو سے انسان شتر بے مہار نہیں ۔ بلکہ ایک ذمہ دار ہستی کی حیثیت سے روئے زمین پر زندگی بسر کررہا ہے اس کے اعمال وافعال بے نتیجہ نہیں ہیں ۔ بلکہ ہر انسانی عمل کا ایک اثر ہے خواہ اچھا ہو یا برا۔ انسان کے سامنے اس کے نتائج ظاہر ہوں گے اپنے اعمال کا بدلہ اسے ضرور ملے گا۔ اچھے اعمال وافعال کا نتیجہ بہتر ہوگا۔ برے اعمال کا نتیجہ برا ہوگا۔

جب مذاہب کی تعلیمات کا یہ تصور انسانوں کے ذہنوں اور قلوب میں تازہ اور جاگزیں ہوتو یہ انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے انتہائی مثبت گر ہے۔ حکمران یہ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ رعایا کے حقوق غصب کریں یا محدود یا معطل کریں چاہئے ان کے اقتدار کو کس قدر خطرہ کیوں نہ ہو۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس عمل کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔ مسئولیت واحتساب کے تصور کی وجہ سے حکمران اقتدار کی قربانی اور جان کا نذرانہ تو پیش کرسکتا ہے لیکن حقوق کی پامالی کی جرات نہیں کرسکتا۔ بلکہ حکمران رعایا کے حقوق کا پاسبان اور محافظ بن جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اختیارات حکمرانی اس کے پاس عارضی ہیں اور مقتدر اعلیٰ حقیقی کی مقدس امانت ہوتے ہیں۔ جن کے بارے میں اس سے پوچھا جائے اور اس کا محاسبہ ہوگا۔

جس طرح حکمران رعایا کے حقوق غصب نہیں کرسکتا، اسی طرح معاشرے کے دوسرے افراد بھی ایک دوسرے کے حقوق پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے ۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دوسروں کے حقوق کی پامالی کی صورت میں وہ مذہبی نظام مسئولیت و احتساب کی گرفت سے نہیں بچ سکتے ۔ کیونکہ مذہبی تعلیمات میں کس قدر یہ بات مشترک ہے کہ انسان کے اعمال خواہ اچھے ہوں یا برے، یونہی بے اثر نہیں بلکہ موت کے بعد ہر عمل کا اثر ظاہر ہوگا۔ اچھے اعمال کی بنیاد پر انسان کو۔ نجات، کامیابی نروان، مکتی اور بہشت حاصل ہوگی جبکہ برے اعمال کے بدلے مصائب اور ناکامی کا سامنا کرنا ہوگا۔ یہی موت کے بعد اعمال کے نتائج کا ظہور ایک زبردست مسئولیت واحتساب کا نظام ہے جو انسان کو دوسرے انسان کے حقوق کی پامالی سے روکتا ہے اور تحفظ حقوق انسانی کے لئے ایک زبردست محافظ ہے۔ کیونکہ ہر انسان دنیاوی مصائب جھیلنے کے بعد اخروی نجات کا طالب ہے اور کسی نہ کسی طریقہ پر اس کے حصول کا طالب ہے لہذا اس سلسلے میں مذاہب کی تعلیمات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

ہندومت:

ہندومت کی تعلیمات کے مطابق ہر انسان کی روح موت کے بعد ایک نیا جسم دھار لیتی ہے اور اس نئے جنم یا زندگی کا تعین قانون کرم (عمل) سے ہوتا ہے انسانی روح اس دنیا میں بار بار جنم لیتی ہے اگر پہلے جنم یعنی زندگی میں اچھے اعمال کئے ہیں اور دھرم یعنی مذہب کی تعلیمات کی مطابق زندگی بسر کی ہے تو اگلا جنم اچھا و اعلیٰ ہوگا۔ اور اگر مذہبی تعلیمات کو نظر انداز کر کے انسان نے نفسانی خواہشات کے مطابق بسر کی ہو، اور برے اعمال کئے ہوں تو اگلا جنم برا ہوگا۔ ہندومت کی تعلیمات کے مطابق انسان کو اپنی زندگی میں اپنی گزشتہ زندگی کے اعمال کے نتائج بھگتنا پڑتے ہیں روح اپنے اعمال کی سزا یا انعام میں بار بار اعلیٰ یا گھٹیا درجے میں جنم لیتی ہے صرف آزاد یا مکتی یافتہ ہی کوئی جسمانی روپ اختیار نہیں کرتی۔ اور نجات یا مکتی کا تعلق انسان کے اعمال سے ہے وہ دھرم (مذہب) کے مطابق زندگی بسر کر کے نجات حاصل کر سکتا ہے ورنہ بار بار جنم کے چکر میں مبتلا رہے گا۔ چنانچہ گیتا میں ہے اے ارجن! ان نیچ اور برے اعمال کرنے والے اور بری خواہشات رکھنے والے لوگوں کو میں بار بار رذیل جنم میں ڈالتا ہوں ہر جنم کے بعد ان کا درجہ گھٹتا ہی چلا جاتا ہے انسان کو اپنی حالت ٹھیک کرنے کیلئے اگلا جنم ملتا ہے تا کہ وہ اخلاقی اور روحانی طور پر ترقی حاصل کرے۔ مگر شیطان سیرت لوگ ہر جنم میں پہلے سے بھی زیادہ گناہ اور زیادتیاں کرتے ہیں۔ جس سے ان کی ذلت بڑھتی چلی جاتی ہے اور ان کا جنم ذلیل سے ذلیل تر ہوتا چلا جاتا ہے بھگوان ارجن سے کہتا ہے کہ ارے ارجن! جنم جنم میں شیطانی برائیاں کر کے یہ ذلیل لوگ مجھ سے بتدریج دور ہوتے جاتے ہیں اور مجھے نہ پا کر نیچ سے نیچ روپ یا شکل پاتے ہیں۔ ان کی ذلت بڑھتی چلی جاتی ہے یہ لوگ ترقی کرنے کی بجائے زوال پذیر ہوتے جاتے ہیں بھگوان مزید فرماتے ہیں کہ اے ارجن! جہنم کے تین دروازے ہیں۔ کام۔ کرودھ اور لوجھ یعنی شہوت۔ غصہ، لالچ۔ یہ تینوں روح کو پستی سے دوچار کرنے والے ہیں۔ لہذا آدمی کو چاہئے کہ تینوں کو ترک کر دے۔[1]

کٹھ اپنشد میں آیا ہے کہ انسان جیسے اعمال کرتا ہے انہی کے مطابق دوسرا جنم ملتا ہے۔ اگر انسان نے بہت ہی رذیل کام کئے ہوں تو اس کی پستی یہاں تک ہو جاتی ہے کہ وہ مرنے کے بعد درخت ہو جاتا ہے پھر دوبارہ انسانی قالب حاصل کرنے کے لئے اسے کروڑوں سال درکار ہوتے ہیں۔[2]

منوشاستر میں ہے کہ جب کوئی ایسا انسان مرجائے جو خبیث ہو یعنی برے کام کا ارتکاب کیا ہو تو وہ ایک اور مضبوط جسم جنم لیتا ہے جس کا مقدر جہنم میں اذیت اٹھانا ہے اگر کسی روح میں خیر و شر کا بہت کم فرق ہے یعنی نیک اعمال کی کمی ہو تو وہ یم یعنی حاکم کے ہاتھوں دوبارہ عذاب پاتا ہے۔[3]

ہندو مذہب کی تعلیمات کے مطابق جب ایک انسان مرتا ہے تو اپنے اعمال کی بناء پر جنت جاتا ہے یا دوزخ میں نیک اعمال ،یعنی دھرم کے مطابق زندگی بسر کرنے والا جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور جب تک اس کے نیک اعمال کا ذخیرہ ختم نہیں ہوتا وہ اسی مقام میں سکونت پذیر ہوتا ہے جب نیک اعمال کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے تو دوبارہ دنیا میں نئے جنم کے ساتھ بھیج دیا جاتا ہے اور اگر ایک

برے اعمال والا انسان مرتا ہے تو وہ جہنم میں داخل کردیا جاتا ہے جب تک برے اعمال کا ذخیرہ ختم نہیں ہوتا اس وقت تک وہ جہنم میں رہتا ہے۔اپنی روایت کے بناء پر یہ لوگ جہنم کی تعداد اس کی صفات اور نام بھی بتاتے ہیں ہر گناہ کیلئے جہنم کا ایک خاص مقام قرار دیتے ہیں چنانچہ ''بشن پران'' میں کہا گیا ہے کہ ''جھوٹا دعویٰ کرنے والا۔جھوٹی گواہی دینے والا، ان دونوں کی مدد کرنے والا اور لوگوں کے ساتھ تمسخر کرنے والا ''رورو'' جہنم میں جائے گا۔خون ناحق کرنے والا، لوگوں کے حقوق غصب کرنے والا ان کو لوٹنے والا اور گلا گھونٹنے والا ''رودہ'' میں جائیگا۔برہمن کو قتل کرنے والا۔سونا چرانے والا، امراء جو اپنی رعایا کی خبر گیری نہیں کرتے اور وہ شخص جو اپنے استاد کی جورو سے زنا کرے یا اپنی ساس کے ساتھ ہم بستر ہو'' تبت کنبہ'' میں جائیں گے۔جو شخص لالچ سے اپنی جورو کی بدچلنی سے چشم پوشی کرے، جو شخص اپنی بیٹی۔بہو سے زنا کرے یا اپنی اولاد کو بیچے ''مہا جال'' میں جائیں گے۔رسوم اور دستوروں سے لاپروائی رکھنے والا اور شریعت (بھی قانون شرعیہ) کی خلاف ورزی کرنے والا ''سند شک'' میں جائیگا۔[۴]

مذکورہ تصریحات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ہندومت کی تعلیمات میں انسان کے مرنے کے بعد انسان کے اعمال کی مسئولیت واحتساب کا ایک نظام موجود ہے دنیاوی زندگی میں انسان جو بھی عمل کرتا ہے مرنے کے بعد اس کا ویسے ہی نتیجہ مرتب ہوتا ہے کوئی عمل بے اثر نہیں ہوتا۔بلکہ مرنے کے بعد سزا یا جزا کے ذریعہ بنتا ہے اگر دھرم کے مطابق زندگی بسر کی ہے تو آرام وراحت والی جگہ میں سکونت کا موقع فراہم کیا جائے گا۔اور دھرم کے خلاف یعنی برے اعمال کئے ہیں تو مختلف قسم کے جہنم میں ٹھکانہ ہوگا۔

جین اور بدھ مت:

جین مت اور بدھ مت کی تعلیمات میں بھی انسانی اعمال کی مسئولیت واحتساب کا تصور ہندومت کی تعلیمات کے ساتھ بہت حد تک مطابقت رکھتا ہے وہ بھی تناسخ یعنی اوگون کے نظریہ کے قائل ہیں جین مت کی تعلیمات کے مطابق روح اور مادہ ابدی ہیں۔روح مادے کی لطیف شکلوں میں مجسم ہوجاتی ہے اور پھر اپنے کرموں (اعمال) کی وجہ سے مادے میں گرفتار رہتی ہے۔روح کو مادے سے آزاد کرنے کے لئے صحیح عقیدہ۔صحیح علم اور صحیح عمل اختیار کرنے پڑیں گے ورنہ نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔نجات مادے سے روح کی آزادی کا نام ہے اور انسان اپنے اعمال کے مطابق باربار جنم چکر میں مبتلا رہتا ہے اور دنیاوی مصائب برداشت کرنا۔اس کے برے اعمال کا نتیجہ ہے ہاں جو روح مکتی حاصل کرلیتی ہے وہ جنم چکر سے آزاد ہوجاتی ہے اور پرمیشور (خدا) بن جاتی ہے۔[۵]

سوتر کرتا نگ میں ہے کہ ''تمام زندہ مخلوقات اپنے کرموں (اعمال) کی وجہ سے موجودہ حالت میں ہیں جنموں کے چکر میں بزدل، بدکار تکلیف دہ مخلوقات۔پیدائش۔بڑھاپے اور موت کے ماتحت ہیں''[۶]

بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق جب تک انسان نروان (نجات یا کامیابی) حاصل نہیں کرتا اسوقت تک انسان اپنے اعمال

اور خواہش عمل کی وجہ سے ایک زندگی سے دوسری زندگی میں گھومتا رہتا ہے۔ کیونکہ انسان کے اعمال فنا نہیں ہوتے، لہذا جب کوئی زندہ انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کے نوعیت کے مطابق ہی نئے انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق انسان کے نیک و بداعمال کا نتیجہ ہر صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس لئے لازم ہے کہ نجات کے حصول کے لئے انسان پیش قدمی کرے تاکہ آئندہ زندگیوں کے مصائب سے محفوظ و مامون رہ سکے۔ ۷

بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق یہ زندگی دکھ ہے اور اس دکھ کا سبب خواہش ہے اب اس دکھ سے نجات حاصل کرنا بدھ مت کا ہشت پہلو یعنی دکھ ختم کرنے کے آٹھ راستے ہیں۔ جو کہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) سچا اعتقاد	(۲) سچی خواہش
(۳) سچا بول یا قول	(۴) سچا برتاؤ
(۵) زندگی گزارنے کی سچی تدبیریں	(۶) سچی محنت
(۷) سچا خیال	(۸) سچا دھیان (مراقبہ) ۸

بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق ہشت پہلو راستہ اپنانے سے انسان نجات حاصل کرسکتا ہے اور اگر اس راستے سے ہٹ کر زندگی گزاری جائے تو انسان دنیاوی دکھ میں مبتلا رہے گا۔ اپنے برے اعمال کی بناء پر دنیا میں بار بار جنم لینا ہوگا۔ کیونکہ انسانی زندگی انسان کے اپنے اعمال کا پھل ہے جو ایک دکھ ہے اور انسان کے اپنے اعمال اس دکھ کا سبب ہیں۔ چنانچہ مجھ یورن بان سیت میں ہے کہ "شام کے وقت پتالی گام کے لوگ مہمان خانے کے باہر جمع ہوگئے بدھ نے انہیں اپدیش (وعظ) دیا۔ بدھ نے کہا کہ جو گھر دار لوگ اخلاقی قوانین توڑتے ہیں وہ پانچ جنم کے غموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ غیر اخلاقی لوگ موت سے ڈرتے ہیں اس طرح وہ جان جاتے ہیں کہ موت کے بعد انہیں پھر اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا ہوگا۔ ۹

بدھ مت کی تعلیمات میں نظریہ عمل کو خاص اہمیت حاصل ہے جو یوں ہے کہ عمل ہی ہماری زندگی کی بنیاد ہے ہم عمل کا (عمل کے نتیجے کا) پھل ہیں عمل ہی ہمارے جنم لینے کا سبب ہے عمل ہی ہمارا دوست ہے۔ عمل ہی ہماری پناہ ہے نیکی یا بدی۔ ہم جو عمل کریں گے اسی کا پھل پائیں گے۔ ۱۰

درجہ بالا حقائق سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جین مت اور بدھ کی تعلیمات کے مطابق انسان کے اعمال کی مسئولیت اور جوابدہی کا تصور موجود ہے۔ کوئی انسانی عمل بغیر نتیجہ کے نہیں ہے مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے سے مکتی یا نروان حاصل ہوگا۔ اور غیر مذہبی زندگی گزارنے۔ برے اعمال اختیار کرنے اور حقوق انسانی غصب کرنے کی وجہ سے انسان دکھ او رمصائب میں مبتلا کردیا جائے گا اور دکھ اور مصائب برداشت کرنے کیلئے اسے دوبارہ دنیاوی زندگی میں لوٹا دیا جائیگا۔ اور اس وقت تک وہ بار بار جنم لیکر اپنے اعمال کی سزا بھگتے گا جب تک وہ اپنے اعمال کی بناء پر نروان یا مکتی حاصل نہ کرلے۔

زرتشت مذہب:

زرتشت مذہب کی رو سے یہ زندگی عارضی ہے ایک دن اس عارضی زندگی کا خاتمہ ہوگا۔ پھر ایک اور زندگی کا آغاز ہوگا۔ اور اس زندگی کے آرام وراحت اور دکھ وتکلیف کا دارومدار اس زندگی کے اعمال وافعال پر ہے۔ اگر زرتشت مذہب کے تعلیمات مطابق اچھے عمل کئے ہیں تو تو جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوگا۔

اگر برے اعمال کئے ہیں۔ مذہبی زندگی سے روگردانی کی روش اختیار کی ہے لوگوں کے حقوق غصب کئے ہیں تو قیامت میں اس کی مسئولیت واحتساب ہوگی اور اس کے نتیجہ میں دوزخ کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ جب تک وہ گناہوں سے پاک نہ ہوگا اس وقت تک جہنم کے مصائب برداشت کرنے ہوں گے۔ چنانچہ زرتشت مت کی تعلیمات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زرتشت پیغمبر سے فرمایا کہ "اے زرتشت اس چند روزہ دنیا میں میرا جو بندہ میری مخلوقات پر ظلم وستم اور زیادتی کرتا ہے اور میرا نافرمان بن کر میرے احکام سے سرتابی کرتا ہے یہ باتیں اس سے بیان کردے کہ اگر وہ اس سرکشی سے باز نہ آئے گا تو اس کا ٹھکانہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا ۔[11]

بعض برے اعمال کی سزا کے بارے میں آتا ہے کہ جنت ودوزخ کے احوال جاننے کیلئے زرتشت مذہب کے برگزیدہ لوگوں نے پارسا شخص اردزی ویراف کو منتخب کیا اور چالیس ہزار دینداروں کے بتائے ہوئے طریقہ پر دعائیں پڑھیں وہ ایک ہفتہ بستر پر سویا رہا اور اس کی روح اسم الہیٰ کے اثر سے اس کے جسم سے جدا ہوگئی اٹھویں روز بیدار ہوا اور جنت ودوزخ کے احوال لوگوں کو بتادیئے اردزی ویراف نے بتایا کہ سروش نامی فرشتہ مجھے ایک مقام پر لے گیا وہاں میں نے ایک روح کو دیکھا جس کا سر انسانوں کی طرح اور جسم سانپ کی طرح تھا۔ اس کے چاروں طرف بہت سے دیو تھے جو اس کے پاؤں میں لوہے کی زنجیر پہنائے ہوئے تھے۔ اور تیشہ، خنجر اور گرز سے اس کو ہر طرف سے مار رہے تھے اور موذی جانور ہر طرف سے اس کو زخمی کررہے تھے۔ سروش فرشتے نے بتایا کہ یہ اغلام باز کی روح ہے پھر ایک مرد کو دیکھا جو ایک پاؤں سے لٹکا ہوا تھا جس کے سر سے اوزار کے ذریعہ کھال کھینچ رہے تھے۔ اور وہ چیخ رہا تھا۔ سروش نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے، جس نے ناحق خون بہایا ہے بعدازاں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کو خون اور پیپ پینے پر مجبور کیا جارہا تھا۔ اس کو سزا دے رہے تھے اور اس کے سینے پر ایک بھاری پہاڑ رکھے ہوئے تھے سروش نے بتایا کہ یہ زانی کی روح ہے۔ جو دوسروں کی عورتوں کے ساتھ اختلاط رکھتا تھا۔ اس کے بعد ایک عورت کو دیکھا جس کے پستان لٹکے ہوئے تھے اور موذی جانور اس سے لپٹے ہوئے تھے سروش نے بتایا کہ یہ وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے مرد تلاش کرتی تھی۔ پھر ایک مرد کو دیکھا کہ ایک موذی جانور کو کھا رہا تھا اور اگر کچھ کم لیتا تو دیو اسے ڈنڈا مارتا تھا۔ سروش نے خبر دی کہ یہ اس شخص کی روح ہے جو امانت میں خیانت کرتا تھا۔[12]

مذکورہ افعال قبیحہ کے نتائج کے علاوہ کچھ اور برے اعمال کی سزائیں بھی بتادیں۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ زرتشت مذہب میں انسان کی زندگی شتر بے مہار کی طرح نہیں بلکہ وہ ہر عمل وفعل کا ذمہ دار ہے اس کے اعمال کے بارے میں

اس سے پوچھا جائے گا۔ نیک اعمال کے بدلے میں جنت کے آرام وراحت کا حق دار ٹھہرایا جائے گا۔اور برے اعمال کی جواب دہی واحتساب دینا ہوگا۔اور برے نتائج کا سامنا ہوگا۔زرتشت مذہب میں اچھے اور برے اعمال کی جانچ پرکھ کے لئے عدالت کا جو تصور ملتا ہے ۔اس کے مطابق زمین وآسمان کے درمیان ایک ایسی جگہ ہے جہاں اچھے اور برے اعمال تولے جائیں گے ۔اچھے اور برے اعمال کا اندراج ایک کتاب میں ہوتا ہے ۔کتاب کی ایک جانب اچھے اعمال اور دوسری جانب برے اعمال لکھے جاتے ہیں اچھے اور برے اعمال کی کتابت کے لئے دو علیحدہ ہستیوں کے وجود کا زرتشتی لوگ یقین رکھتے ہیں اُن کے عقائد کے مطابق اچھے لوگوں کو جنت ملے گی جبکہ بدکاروں کی سزا ان کی بداعمالی کے مطابق ملے گی دوزخ میں گنہگار ایک دوسرے کے اس قدر قریب ہوں گے جتنے کہ آنکھ اور کان ۔ یہ دوزخی نہ دیکھ سکیں گے اور نہ سُن سکیں گے۔ وہاں پر وقت طویل ہوگا ایک دن نو ہزار سال کے برابر ہوگا۔۱۳؎

تاؤ وکنفیوشس ازم:

تاؤ وکنفیوشس ازم میں انسانی زندگی بسر کرنے کے لئے اپنے اپنے اخلاقی نظام موجود ہیں دونوں مذاہب کے بانی اپنی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ہیں لاوزے نے اپنی کتاب تاوتی کنگ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ خوش حال زندگی بسر کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ’’تاؤ‘‘ کی پیروی کی جائے ۔اب تاؤ کیا ہے ماہرین نے امن کا راستہ۔درمیانی راستہ یا عقل کا راستہ مراد لیا ہے۔

کنفیوشس نے اصلاح معاشرہ کے لئے جو اصول بیان کئے ان کو پانچ رابطوں کا نام دیا ہے اور ان اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے لیکن اس بارے میں دونوں مذاہب کی تعلیمات مبہم اور غیر واضح ہیں کہ جن لوگوں نے مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر نہ کی ان کا انجام کیا ہوگا۔ برے اعمال اختیار کرنے والوں سے مسئولیت واحتساب کا اخروی نظام کیا ہے اس بارے میں دونوں مذاہب خاموش ہیں۔

سکھ مذہب:

سکھ مذہب کی تعلیمات میں انسانوں کے اعمال وافعال کی مسئولیت واحتساب کے بارے میں دوسرے ہندوستانی مذاہب کی طرح آواگون کا نظریہ پایا جاتا ہے کہ جب تک انسان اپنے اعمال کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی ذات میں جذب نہیں ہوتا۔ اس وقت تک یہ دنیا میں اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے بار بار جنم لیتا ہے سکھ مت کی تعلیم یہ ہے کہ گنہگار بندے پے در پے موت و زیست کی مسلسل مصیبت اٹھاتے رہیں گے تا آنکہ وہ اپنے قلوب کو ’’حق‘‘ کی طرف پھیر لیں ۔ چپ جی کی پوڑی نمبر 15 فقر نمبر 4 کا خلاصہ عرفان گورونانک میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

''یہ کہ دنیا آواگوان چکر ہے اور دربدر پھرنا ہے کہ ہر کسی جاندار کے لئے ہمیشہ موجود ہے اور جب تک کہ اس کی خواہشات کا خاتمہ نہیں ہوتا وہ مفلس ہے اور ان کے ان آرزوؤں کے ہونے سے اس جنم مرن برابر رہے گا اور جب تک جنم مرن ہے اس کی غریبی یعنی اس کا افلاس کبھی دور نہیں ہو سکے گا۔ اور عاشق چونکہ آرزو فقط دیدار پاک رکھتا ہے اور دوسری ہر تمنا کو فنا کر دیتا ہے اس لئے اسے جنم مرن نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ مفلس رہتا ہے''۔۱۴

باوجود اس کے کہ بابا گورونانک عقیدہ تناسخ کا قائل تھا وہ اس بات سے بظاہر مطمئن نظر نہیں آتا کہ آواگون۔ یعنی بار بار جنم چکر کا سلسلہ گناہ کے لئے کافی رکاوٹ بن سکتا ہے اور نافرمانوں کو نافرمانی سے بعض رکھ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ آواگون کے نظریئے کے ساتھ ساتھ سے بھٹکنے والوں کو اس بات سے بھی ڈراتا ہے کہ انسان کے اعمال ریکاڑ کئے جاتے ہیں ان کے لئے دو فرشتے مقرر ہیں جو انسان کے اچھے برے اعمال کا ریکاڈ بنا رہے ہیں پھر گنہگار خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے وہ عذاب الیم میں گرفتار ہوں گے چنانچہ چپ جی کی پوڑی نمبر 27 میں ہے

''گاؤں میں چت گپت لکھ جانئے لکھ لکھ دھرم وبچارے''۔۱۵

ابرار احمد نے اس پوڑی کے ضمن میں لکھا ہے کہ لکھنے والے فرشتے چتر اور گپت (کراماً کاتبین) جو لکھنا جانتے ہیں اور جن کی لکھی ہوئی تحریروں کی بناء پر اللہ تعالیٰ انصاف کرتا ہے تیری حمد گا رہے ہیں۔۱۶

گورونانک صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں:

''وہ گنہگار جنہوں نے حدود الٰہی کو توڑا ہے وہ گرفتار و گمراہ ہیں ان پر بار گناہ اتنا وزنی ہے کہ وہ اٹھا نہیں سکتے۔ سامنے ڈھلوان راستہ سیاہ ہے اور جلاد، ان کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے اور ان کے سامنے آگ کا سمندر ہے وہ اس کو کس طرح عبور کریں گے؟ پربت کاگ (پہاڑی کوے) انسانوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں اور چنگاریوں کی بوچھاڑ کی طرح پتھر پھینک رہے ہیں۔ اے نانک! جب عذاب من جانب اللہ ہے تو پھر انسان کے لئے جائے مفر کہاں ہیں۔''۱۷

بابا گردنانک نے اپنی تعلیمات میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ ہر شخص سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور ہر ایک کو اس کے مطابق سزا و جزا دی جائے گی۔ جن کے نیک اعمال کم ہوں گے اور برے اعمال زیادہ ہوں گے انہیں سزا دی جائے گی۔ آخر جیت حق کی ہوگی اور باطل شکست کھائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ہے ہیبت تت دن کی جس دن عدل کرے باب اساڈے رکن دین کیہا حکم کرے۔

یعنی ہمیں اس دن کو بہت خوف ہے جس دن کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے ان کے اعمال کا حساب لے گا اور عدل کا معاملہ کرے۔ اے رکن دین پتہ نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ اس دن ہمارے حق میں کیا فیصلہ دے گا۔۱۸

ایک جگہ قیامت کی مسئولیت واحتساب کو اس انداز سے بیان کرتا ہے

"قیامت کے دن بہت شور وغل ہوگا۔ اس دن پہاڑ روئی کی مانند اڑائے جائیں گے اور اس دن میزان عدل اللہ تعالیٰ کے پاس ہوگی اور حق فیصلے دے گا۔ جن لوگوں نے گناہوں میں زندگیاں گزاری ہوں گی۔ انہیں بہت سزا دی جائے گی ان کا منہ سیاہ کر کے انہیں دوزخ میں دھکیلا جائے گا"۔ ۱۹

درجہ بالا حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ گورونانک کی تعلیمات میں انسان کے اعمال وافعال کی مسئولیت واحتساب کے بارے میں واضح ہدایات موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے انسان نافرمانی کی جرات نہیں کرسکتا۔ اور یوں حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے موثر محرک موجود ہے۔

یہودیت:

یہودیت کی تعلیمات میں اس حقیقت کو واضح انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر انسان سے اس کے اپنے اعمال کی باز پرس ہوگی اور نافرمانوں کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ چنانچہ زبور کے دسویں باب میں بتایا گیا ہے کہ شریر کا یہ گمان ہے کہ اس سے باز پرس نہیں کیجائیگی اس وجہ سے وہ بدی اور شرارت کرتا ہے اور پوشیدہ مقاموں میں بے گناہوں کو قتل کرتا ہے اور غریبوں کو اپنے جال میں پھنسا کر پکڑتا ہے ان کا خیال یہی ہوتا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ یا خدا بھول گیا ہے وہ ہرگز میرے برے اعمال نہ دیکھے گا۔ (زبور، ۱۰:۲،۱۱)۔

لیکن کتاب مقدس کی تعلیمات کی رو سے یہ شریر کی خام خیالی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شریر کو کبھی بھی بے سزا نہیں چھوڑے گا بلکہ اس کے اعمال کی باز پرس اس سے کیجائیگی اور اپنے برے اعمال کی بناء پر دوزخ کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائیگا۔ اور ان غریبوں اور مسکینوں کے حقوق کا بدلہ لیا جائے گا۔ چنانچہ زبور میں آتا ہے۔

"شریر پاتال (جہنم) میں جائیں گے۔ یعنی وہ سب قومیں جو خدا کو بھول جاتی ہیں کیونکہ مسکین سدا بھولے بسرے نہ رہیں گے نہ غریبوں کی امید ہمیشہ کے لئے ٹوٹیگی' (زبور۔۹:۸،۹،۱۸)۔

ایک اور جگہ مذکور ہے کہ:

"وہ شریروں پر پھندے برسائے گا۔ آگ اور گندھک اور لوان کے پیالے کا حصہ ہوگا"۔ (زبور، ۱۱:۶)۔

بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ان کو عذاب دینے کا نقشہ اس انداز سے کھینچا ہے کہ "انہوں نے اپنی باطل باتوں سے مجھے غصہ دلایا اس لئے میرے غصہ کے مارے آگ بھڑک اٹھی جو پاتال (دوزخ) کی تہ تک جلتی جائے گی، اور زمین کو اس کی پیداوار سمیت بھسم کر دے گی اور پہاڑوں کی بنیادوں میں آگ لگادی گی۔ میں ان پر آفتوں کا ڈھیر لگاؤں گا۔ اور اپنے تیروں کو ان پر ختم کروں گا۔ وہ بھوک کے مارے گھل جائیں گے اور شدت حرارت

اور سخت ہلاکت کا لقمہ ہو جائیں گے میں ان پر درندوں کے دانت اور زمین پر سرکنے والے کیڑوں کا زہر چھوڑ دونگا''۔ (استثنا ۳۲، ۲۱ تا ۲۴)۔

عہد نامہ عتیق میں انسانوں کے اعمال کی باز پرس کا بیان اس طرح کیا گیا ہے کہ ''اے جوان تو اپنی جوانی میں خوش ہو اور اس کے ایام میں اپنا جی بہلا اور اپنے دل کی راہوں میں اپنی آنکھوں کی منظوری میں چل ۔لیکن یاد رکھ کہ ان سب باتوں کے لئے خدا تم کو عدالت میں لائیگا''۔(واعظ ۱۱:۹)۔

اسی حقیقت کو ایک اور جگہ اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ''خدا سے ڈر اور اس کے حکموں کو مان ۔کہ انسان کا فرض کلی یہی ہے کیونکہ خدا ہر ایک فعل کو ہر ایک پوشیدہ چیز کے ساتھ خواہ بھلی ہو خواہ بری ۔عدالت میں لائے گا''۔(واعظ ۲ :۱۳:۱۴)۔

زبور میں ایک جگہ برے اعمال کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ ''اے خدا کو بھولنے والو! اسے سوچ لو۔ایسے نہ ہو کہ میں تم کو پھاڑ ڈالوں اور کوئی چھڑانے والا نہ ہو ۔۔۔۔۔۔جو اپنا چال چلن درست رکھتا ہے اس کو میں خدا کی نجات دکھا دوں گا''۔ (زبور،۵۰:۲۲،۲۳)۔

مندرجہ بالا تصریحات سے یہودیت کی تعلیمات میں نظام مسئولیت واحتساب کی موجودگی کا واضح تصور ملتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کے بارے میں آزاد نہیں بلکہ اس سے باز پرس کی جائے گی جو حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ایک مؤثر محرک ہے۔

مسیحیت:

حضرت یسوع مسیح کی تعلیمات میں انسان کی دنیاوی زندگی کے اعمال وافعال کے باز پرس کے لئے قیامت کے وقوع کا صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے اعمال کی مسئولیت واحتساب کے لئے ایک عدالت قائم ہوگی ۔جس میں فرمانبرداروں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا کا حکم سنایا جائے گا۔مسیحوں کے نزدیک جتنے لوگ مرچکے ہیں انہیں زندہ کیا جائے گا پوری انسانیت کو اکٹھا کیا جائے گا مسیح فرشتہ کے ساتھ بادلوں پر تشریف لائیں گے اس وقت وہ جلالی جسم میں ہوں گے ان کو ہمیشہ کی زندگی یعنی جنت مل جائے گی اور جو برائی میں رہ کر مرے ہوں گے وہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے ۔وہ قیامت کی ہولنا کی سے اپنے پیروکاروں کو اس انداز سے خبردار کرتے ہیں۔

''دنیا کے آخر میں ایسا ہی ہوگا فرشتے نکلیں گے اور شریروں کو راستبازوں سے جدا کریں گے اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا''۔ (متی ۱۳:۴۹،۵۰)۔

قیامت کے دن کی مسئولیت واحتساب کو مسیحؑ عدالت کے دن سے موسوم فرماتے ہیں آپؑ فرازین بیت صیدا اور کفرنحوم کے لوگوں کو خبردار کرتے ہیں کہ خداوندی احکام سے تمہارا انکار تمہاری تباہی کا سبب ہوگا۔سچائی وصداقت جس طریقہ سے تمہیں دی گئی ہے اگر صور اور صیدا کو دی جاتی ،تو ہرگز انکار نہ کرتے ان تباہ شدہ شہروں سے عبرت حاصل کرو اور انکار نہ کرو

آپؑ فرماتے ہیں۔

''اے زرین تجھ پر افسوس۔اے بیت صیدا تجھ پر افسوس۔۔۔۔۔پس صور اور صیدوں کا حال عدالت کے دن تمہارے حال سے زیادہ قابل برداشت ہوگا۔۔۔۔۔لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ عدالت کے دن سدوم کے ملک کا حال تیرے حال سے زیادہ قابل برداشت ہوگا''۔ (متی ۱۱:۱۲ تا ۲۴)۔

حضرت یسوعؑ نے تمثیلوں کے ذریعے یوم آخرت کی حقیقت کو سمجھانے کی کوشش کی ہے ایک تمثیل میں سمجھایا کہ آخرت میں بہتر کٹائی کے لئے ''اچھا بیج'' بونا اور کڑوے دانوں کو الگ کرنا ضروری ہے لوگوں کے سامنے بیان کیا کہ آسمان کی بادشاہی اس آدمی کی مانند ہے جس نے اپنے کھیت میں اچھا بیج بویا مگر لوگوں کے سوتے میں اس کا دشمن آیا اور گیہوں میں کڑوے دانے بھی بو گیا۔پس جب پتیاں نکلیں اور بالیں آئیں تو وہ کڑوے دانے بھی دکھائی دیئے نوکروں نے آکر گھر کے مالک سے کہا۔اے خداوند کیا تو نے اپنے کھیت میں اچھا بیج نہ بویا تھا؟ اس میں کڑوے دانے کہاں سے آگئے؟ اس نے ان سے کہا کہ یہ کسی دشمن کا کام ہے۔نوکروں نے اس سے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ ہم جا کر ان کو جمع کریں۔اس نے کہا نہیں ایسا نہ ہو کہ کڑوے دانے جمع کرنے میں تم ان کے ساتھ گیہوں بھی اکھاڑ لو۔کٹائی تک دونوں کو اکھٹا بڑھنے دو اور کٹائی کے وقت میں کاٹنے والوں سے کہہ دونگا کہ پہلے کڑوے دانے جمع کرلو۔اور جلانے کے لئے گٹھے باندھ لو۔اور گیہوں میرے حصے میں جمع کر دو۔یسوع مسیح کے شاگردوں نے مسیح سے عرض کیا کہ کھیت کے کڑوے دانوں کی تمثیل ہمیں سمجھا دے۔اُس نے جواب دیا کہ اچھے بیج بادشاہ کے فرزند اور کڑوے دانے اُس شریر کے فرزند ہیں اور جس دشمن نے انکو بویا وہ شیطان ہے اور کٹائی دنیا کا آخر ہے اور کاٹنے والے فرشتے ہیں پس جیسے کڑوے دانے جمع کئے جاتے ہیں اور آگ میں جلائے جاتے ہیں ویسا ہی دنیا کے آخر میں ہوگا۔ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ سب ٹھوکر کھلانے والی چیزیں اور بدکاروں کو اسکی بادشاہی میں سے جمع کرینگے اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا اُس وقت راستباز اپنے باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی طرح چمکیں گے۔(متی ۱۳:۲۴ تا ۳۰،۳۶ تا ۴۳)۔

درجہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یسوع مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں انسان کے اعمال کی مسئولیت و احتساب کے واضح تصورات موجود ہیں جو انسان کو خدا کی نافرمانی سے روکنے، حقوق العباد کی پاسداری اور لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے مؤثر قوت نافذہ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن بعد میں ازلی گناہ اور کفارہ کے عقائد وضع کرنے کی وجہ سے اس قوت محرک کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم سائل کی مذکورہ تعلیمات سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

اسلام:۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف الخلوقات بنایا ہے اور عقل وارادہ سے دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز کردیا ہے اس ارادہ اختیار کی بناء پر انسان اپنے فعل وعمل پر مسئول بھی ہوگا۔

قرآن پاک نے اُسے آخرت کی باز پرس، مسئولیت و احتساب کو ذہن نشین کرانے کے لئے مختلف طریقے استعمال کئے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْشَآ ءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ط وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (النحل:۹۳)۔

''اگر اللہ (تعالیٰ) چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور البتہ تم سے پوچھا جائے گا کہ کیا کرتے تھے''۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلاً۔

(الاسراء:۳۶)۔

''بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی''۔

قرآنی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ قیامت کے روز ہر انسان سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔اور انسان کو اپنے ہر فعل کا حساب دینا پڑیگا۔جو انسان یہ خیال کرتا ہے کہ قیامت کے روز کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی یہ اس کی خام خیالی ہے قرآن پاک نے اس خام خیالی کو ناممکن قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدً یً۔

(القیامتہ:۳۶)۔

''کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا''۔

حساب و کتاب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کے تمام اعمال و افعال حساب و کتاب کے دوران آشکارا ہوں کوئی گوشہ زندگی مخفی نہ ہو۔کیونکہ اگر کوئی عمل پوشیدہ ہو تو حساب و کتاب صحیح معنوں میں ممکن نہیں،اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے تمام اعمال کو ریکارڈ کرنے کا انتظام فرمادیا ہے۔

وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ O کِرَامًا کَاتِبِیْنَ O یَعْلَمُوْنَ مَاتَفْعَلُوْنَ O

(الانفطار:۱۰تا۱۳)۔

''اور بے شک تم پر محافظ ہیں۔عزت والے اعمال لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو''۔

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ

(ق:۱۸)۔

''وہ منہ سے کوئی بات نہیں نکالتا۔ مگر اس کے پاس ہوشیار محافظ ہوتا ہے''۔

وَقَالَ قَرِیْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْد

(ق:۲۳)۔

''اور اسکا ساتھی کہے گا یہ ہے جو میرے پاس تیار ہے''۔

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مجازی بادشاہوں کی گرفت سے بعض زور آور اور با اثر مجرم دولت یا سفارش کے بل بوتے پر قانونی گرفت سے چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں اب اگر کوئی ناسمجھ اپنی نادانی کی بنا پر یہ سمجھے کہ میں معزز و مشرف ہوں اس لئے خداوند کریم مجھے آخرت کی باز پُرس سے آزاد کرلے گا تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے واضح اعلان کیا ہے کہ آخرت کی مسئولیت واحتساب کے لئے انسان کے اپنے اعمال ہی کام آئیں گے۔ نہ کسی کو مال بچائے گا۔ نہ دولت، نہ سفارش چلے گی اور نہ افرادی قوت آخرت کی مسئولیت واحتساب سے اُسے بچا سکتی ہے۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ

(البقرہ :۴۸)۔

''اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ان کے لئے کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ اسکی طرف سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی''۔

قرآن پاک نے جگہ جگہ پر اس امر کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ انسانوں کی زندگی اس دنیا میں عارضی ہے یہاں دائمی قیام نہیں۔ اس لئے اسکی رنگینیوں میں حقیقی زندگی سے غفلت میں نہ پڑیں۔ یہ زندگی چند روزہ اور مقام امتحان ہے اصلی اور حقیقی زندگی اس عارضی زندگی کے بعد ہوگی جس کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اس عارضی زندگی کے اعمال وافعال پر ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(التوبہ:۱۰۵)

''اور عنقریب تم غائب اور حاضر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے''

اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ

(الغاشیۃ:۲۵،۲۶)

''بے شک ہماری طرف ہی اسکو لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ہمارے ہی ذمہ ان کا حساب لینا ہے''۔

درجہ بالا تصریحات سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے انتہائی واضح انداز میں انسانوں کو یہ بات ذہن نشین کرائی ہے کہ انسان اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے اچھا ہو یا بُرا آخرت میں اسکے بارے میں باز پرس ہوگی موت سے اس کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ ایک اور زندگی کا آغاز ہوگا۔ جس کے راحت وآرام اور غم ومصیبت کا دارومدار انسان کی دنیاوی زندگی کے اعمال پر موقوف ہے اگر اچھے عمل کیے ہیں

اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق حقوق اللہ اور حقوق العباد کا لحاظ رکھا ہے تو ہمیشہ ہمیشہ کے راحت وآرام کی جگہ جنت ملیگی اور اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کو نظر انداز کیا ہو تو ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی اور مصیبت کا ٹھکانہ جہنم اپنے اعمال کی سزا بھگتنا ہوگی۔

خلاصۃ البحث:۔

مذاہب کی تعلیمات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے اعمال کی باز پرس اور جواب دہی کا تصور اور اس کے بعد دنیاوی اعمال کی بنیاد پر اگلی زندگی کے آرام وراحت یا ناکامی وتکالیف کا منحصر ہونا حقوق انسانی کے تحفظ کے لئے ایک ایسا زبردست محرک ہے کہ ہر وقت انسانوں کے ذہن واعصاب پر قبضہ جمائے رکھتا ہے آخرت کی مسئولیت و احتساب یا مرنے کے بعد انسان کے اعمال کی باز پرس ایک ایسا انقلابی نظریہ ہے کہ انسان کو کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کے قوانین یا مذہبی تعلیمات سے نافرمانی کی طرف جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ دنیاوی زندگی کے بعد اعمال کی جواب دہی کا احساس ایک ایسا داخلی محتسب ہے جو ہر وقت انسان کے ذہن وقلب میں جاگزیں رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی خفیہ مقام پر انتہائی علیحدگی میں بھی جہاں کوئی نہ ہو۔ نافرمانی کی جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے غلط اعمال کے سبب مجھے بعد والی زندگی میں اسکا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

معاشرے کے افراد میں اس زبردست اور طاقتور داخلی محتسب کے ہوتے ہوئے حقوق انسانی کی پامالی اور غصب کا خطرہ درپیش نہیں ہو سکتا۔ اسی آخرت کی مسئولیت واحتساب کی اساس ہی کا نتیجہ تھا کہ ایک دفعہ ایک ملکہ کا سونے کا کنگن گم ہو گیا۔ وزیر اعظم نے ہر شہر اور گاؤں میں منادی کروائی کہ اگر کوئی ایک مہینے کے اندر ملکہ کا کنگن واپس کر دے تو اسکو انعام دیا جائے گا اور اگر ایک ماہ کے بعد کسی سے وہ کنگن ملا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اس منادی کے دوسرے دن ربی ابی سموئیل کو وہ کنگن مل گیا۔ یہ اُس سڑک سے ملا تھا جہاں ملکہ اپنی بگھی پر سیر کرنے جاتی تھی لیکن ربی نے یہ کنگن فوراً واپس نہ کیا بلکہ ایک ماہ گزر گیا تب ربی، ملکہ کے محل گیا اور اس نے ملکہ کو بتایا کہ کنگن اس کو ایک ماہ پہلے مل گیا تھا۔ لیکن اگر میں اسی وقت واپس کرتا۔ تو لوگ یہ سمجھتے کہ میں نے انعام کے لالچ اور تمہارے ڈر کی وجہ سے واپس کیا ہے اور اب میں اسے واپس کر رہا ہوں کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور کنگن ملکہ کو واپس دے دیا۔ ملکہ مسکرائی اور کہا کہ واقعی خدا ہی طاقتور ہے۔ [۲۰]

اسی آخرت کی مسئولیت واحتساب کے احساس ہی کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں رات کی تاریکی میں

اور گھر کی چاردیواری میں ایک نوجوان لڑکی کو والدہ نے فہمائش کی کہ دودھ میں پانی ملا دے ماں جو کہ خارجی احتساب سے اپنے آپ کو رات کی تاریکی اور گھر کی چاردیواری کی وجہ سے محفوظ سمجھتی تھی نے کہا کہ اس فعل کا عمرؓ کو کیا علم ہوسکتا ہے وہ تو اس مقام پر نہیں دیکھ رہا ہے بیٹی جس کا دل آخرت کی مسئولیت و احتساب سے معمور تھا جواب دیتی ہے اگر امیر المومنین نہیں دیکھ رہا ہے تو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور دودھ میں پانی نہیں ملانے دیتا۔ اور اسی آخرت کی جواب دہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں پورے دو سال عہدہ قضاء پر معمور رہے مگر ان کی عدالت میں کوئی ایک بھی پیش نہ ہوا۔ ۲۱ کیونکہ معاشرے کا ہر فرد چاہے جس کا مقام جیسے تھا اپنے فرائض کو خوش اسلوبی اور عمدہ طریقے سے ادا کر رہا تھا تو حقوق کا سرے سے کوئی مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوا کہ عمرؓ کی عدالت میں جاتا۔

المراجع والمصادر

۱۔ A.C.Bhaklivedanta swami Prabhupada. BHAGAVAD-GITA-AS IS IS 16:19-21, The bhaklivedanta Book Trust has angeles calipormia , 1983 , PP:761- 763

رائے رشن لعل۔ بھگوت گیتا تشریح وضاحت۔ فکشن ہاؤس لاہور ۱۹۹۴ء ص ۱۱۵، ۱۱۶

۲۔ رائے روشن لال۔ بھگوت گیتا تشریح وضاحت۔ ص ۱۱۶

۳۔ منو۔ منودھرم شاستر ترجمہ ارشد رازی۔ نگارشات لاہور ۱۲: ۱۶، ۲۱

۴۔ بش یران۔ بحوالہ ابوریحان البیرونی، ھندودھرم۔ ہزار برس پہلے نگارشات پبلشرز لاہور، ۲۰۰۰ء۔ ص ۴۶، ۴۷

۵۔ محمد مجیب۔ تاریخ تمدن ھند، نگارشات پبلشرز لاہور، ۱۹۹۵ء۔ ص ۸۳، ۸۴

الطاف جاوید۔ غیر سامی مذاھب کے بانی، اپنا ادارہ لاہور: ۲۰۰۴ ص ۱۵۳

۶۔ سونر کرتا نگ بحوالہ لیوس مور۔ مذاھب عالم کا انسائیکلوپیڈیا ترجمہ یاسر جواد نگارشات پبلشرز لاہور، ۲۰۰۲ء ص ۲۰۵

۷۔ کرشن کمار، گوتم بدھ ترجمہ خالد ارمان، نگارشات پبلشرز لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۲۶۳، ۲۶۷

۸۔ ایچ سدھتسا۔ گوتم بدھ ترجمہ یاسر جواد، سارنگ پبلشرز لاہور ۲۰۰۴ء، ص ۲۵

۹۔ مھ یورن بان سیت۔ بحوالہ رابرٹ وین ڈی ویئر۔ بدھ مت ترجمہ ملک اشفاق، بک ہوم لاہور، ۲۰۰۷ ، ص ۴۳

۱۰۔ لیوس مور۔ مذاھب کا انسائیکلوپیڈیا ترجمہ یاسر جواد۔ سعدیہ جواد نگارشات پبلشرز لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۲۶

۱۱۔ کیخسر و اسفندیار۔ دبستان مذاھب ترجمہ رشید احمد ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ ۲۰۰۲ء، ص ۹۸

١٢۔ ایضاً،ص١١٤، ١١٧، ١١٨، ١١٩

١٣۔ پروفیسر عبدالحی انور۔ مذاہب عالم اور اسلام۔ تاج بک ڈپو لاہور س ن۔ص ٣٥٥، ٣٥٦

١٤۔ ودیا ساگر بابا برج بلب سنگھ بیدی۔عرفان گورونانک سٹی بک پوائنٹ کراچی، ٢٠٠٥ء، ص٨٩

١٥۔ دستور المعاد اردو ترجمہ گرنتھ۔ رفاہ عام پریس سیالکوٹ ١٨٩٥ء: ص١١ جپ جی پوڑی نمبر ٢٧

١٦۔ ابرار احمد خان گیلانی۔ میں کون ہوں۔ بابا گورونانک سوانح عمری حیدریہ صابریہ پبلشنگ لاہور، ٢٠٠٤ء، ص٦٢

١٧۔ ڈاکٹر تاراچند۔ ھندوستانی ثقافت پر اسلام کے اثرات۔ ترجمہ سعود الحسن خان، غزنوی کتب خانہ کوئٹہ۔ ٢٠٠٧ء، ص٢٢٢

١٨۔ ابرار احمد خان گیلانی، میں کون ہوں، بابا گورونانک سوانح عمری: ص ٩٥

١٩۔ ایضاً :ص٩٦

٢٠۔ جمارا بحوالہ رابرٹ وین ڈی ویئر۔ یہودیت ترجمہ ملک اشفاق بک ہوم لاہور، ٢٠٠٦ء، ص ١٧٥، ١٧٦

٢١۔ محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ طبری، ترجمہ محمد ابراہیم، دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن، ١٩٣٢ء، ص ٢٥١

......☆☆☆☆☆......

جدید مالیاتی نظام کا اسلامی تصور

مجموعہ مقالات اسلام آباد فقہی سیمینار

منعقدہ ١۵ مارچ ٢٠٠٢ء زیر اہتمام جامعۃ المرکز الاسلامی پاکستان

باہتمام: مجلس مشاورت المباحث الاسلامیہ

کتاب کے اہم ابواب:۔ شیئرز اور کمپنی کی شرعی حیثیت ☆ قسطوں پر خرید و فروخت کی شرعی حیثیت ☆ کمپنی بورڈ آف ڈائریکٹرز اور شیئر ہولڈرز کا باہمی رشتہ ☆ کرنسی نوٹ کی تین فقہی وضاحتیں ☆ نوٹ ثمن عرفی ہے نہ کہ سند حوالہ ☆ اسلامی بینکاری اور عملی تجاویز برائے غیر سودی بینکاری ☆ اسلامی بینکاری کے مسائل اور ان کے حل کی تجاویز ☆ اسلامی بینکاری عملی خاکہ اور تجاویز ☆ بلاسود بینکاری میں دشواریاں اور ان کا شرعی حل ☆ مرابحاتی کاروبار کی شرعی حیثیت ☆ اسلامی بینکاری میں کمپیوٹر کا استعمال اسلام میں مالیاتی نظام کے مختلف پہلو ☆ اسلام کے مالیاتی نظام کا خاکہ ☆ سفارشات۔ اور بہت کچھ

ہر گھر، لائبریری کی ضرورت۔ علماء طلباء کی اولین پسند

بیاری جلد، کمپیوٹر کمپوزنگ، اعلیٰ کاغذ

صفحات: 319 ھدیہ: 240 روپے